ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.5 No.1 2022

مکتوباتِ غالب میں مشاہیر ادب کا تذکرہ: ایک تنقیدی مطالعہ

MENTION OF FAMOUS LITERAY PERSONALITIES IN THE LETTERS OF GHALIB: A CRITICAL STUDY

*ساجد محمود

پی ایچ۔ڈی اُردو اسکالر، لاہور گیریژن یونی ورسٹی، لاہور

**ڈاکٹر محمد خاں اشرف

پروفیسر، شعبہ اُردو، لاہور گیریژن یونی ورسٹی، لاہور

ABSTRACT

Apart from poetry, Mirza Ghalib also holds a unique position in Urdu prose. While "Makatib Ghalib "represents his personality, Social and Economic conditions of that period. Mirza has appreciated the words of his contemporary Poets, prose wriers, Momin, Zauq, Dagh Dehlivi as well as worked from a critical point of view. In addition, the literature of classic period has tried to highlight the personal aspect of Mir, Sauda, Dard and Mir Hassan along with their literary works .The letters have a distinct identity in this regard, which is a very important aspect of our literary history .These letters also introduce the intellectual and artistic status of contemporary Ghalib .The article under review is a critical study of this literary status.

Keywords: *Ghalib, Letters, Literary, Momin, Dagh, Mir, Sauda, Dard, Mir Hassan*

مرزا اسد اللہ خاں غالب (۲۷ دسمبر ۱۷۹۷ ۔ ۱۵ فروری ۱۸۶۹) کے اردو مکاتیب ہماری ادبی تاریخ کا ایک اہم باب ہیں غالب شناسوں نے برسوں کی چھان بین کے بعد رقعات غالب کے متعلق جو معلومات پیش کی ہیں وہ اردو تحقیق کے لیے ایک بیش قیمت سرمایہ ہیں لیکن اس کے باوجود غالب کی اردو مکتوب نگاری کے بارے میں ابھی ایسے متعدد بنیادی مسائل موجود ہیں جو غالب شناسوں کی توجہ کے طالب ہیں۔

بقول مرزا غالب ،میں نے مراسلہ کو مکالمہ بنادیا ہے اور ہم ہجر میں بیٹھے وصال کے مزے لیتے ہیں، مکاتیب غالب کے مطالعے سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ جس طرح غالب ایک پہلودار شخصیت کے مالک تھے اس طرح ان کے مکاتیب میں ندرت وجدت پائی جاتی ہے۔ مرزا غالب نے اپنے مکتوبات میں جہاں لسانی ،ادبی، سیاسی اور تنقیدی موضوعات کو زیر بحث لائے ہیں وہاں معروف سخن دان ادب اور معروف مشاہیر ادب کا ذکر بھی کیا ہے۔مکتوبات میں مشاہیر کا تذکرہ کہیں توان کے اشعار کی صورت میں کیا گیا ہے اور کہیں اُن کے کلام کی خوبیوں اور تنقیدی نقطہ نظر سے زیر بحث لایا گیا ہے۔ مرزا پر خود پسندی اور انانیت جیسے الزامات لگانے والے نقاد و محققین کے لیے مشاہیر ادب و سخن دان اردو ادب کا تذکرہ(ذاتی مکاتیب میں)ان کی اہمیت و عظمت کا اعتراف کرنا ایک عمدہ عظمت مثال ہے۔مکتوبات غالب میں اردو اور فارسی زبان وادب کے ادباء وشعراء کا تذکرہ ملتا ہے لیکن زیر مطالعہ مضمون میں چند اہم اردو مشاہیر کا ذکر کریں گے۔

سودا :

مرزا محمد رفیع سودا ۱۷۰۷ء میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ سودا اولا فارسی میں شاعری کرتے تھے بعد میں انھوں نے اردو شاعری کی طرف توجہ دی اور قصیدہ گوئی کو اپنا خاص میدان بنایا ۔ قصیدہ نگاری میں ان کا کوئی حریف نہیں ہے۔ سودا نے ہجو نگاری میں بھی اپنا کمال دکھایا ہے۔ وہ قصیدہ اور ہجو دونوں کے استاد ہیں۔ ان کی تصانیف کے نام درج ذیل ہیں:

۱)مثنوی سبیل ہدایت کا اردو ترجمہ

۲)ترجمہ فارسی کا الغافلین عبرت مثنوی

)۳(شعلہ عشق، اردو نثر

)۴(تذکرہ شعرا

)۵(دیوان غزلیات اردو

)۶(دیوان قصائد، ہجویات ومراثی وغیرہ

)۷(دیوان فارسی

غالب نے سودا کا ذکر مرزا تفتہ ، عبدالغفور سرور، فرقانی میرٹھی، مولوی ضیاء الدین خاں ضیاء، اور حقیر کے نام خطوط میں کیا ہے۔ ان خطوط کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ سودا ان کے نزدیک ایک اہم شاعر ہیں ۔ مکتوب بنام تفتہ میں انھوں نے تحریر کیا ہے کہ بعض شعرا اپنے کلام میں بعض جملے مقدر چھوڑ جاتے ہیں ، اس کے باوجود کلام کی بلاغت اور معنویت میں کوئی کمی محسوس نہیں ہوتی ۔ اس وصف خاص میں غالب نے اپنے ساتھ ساتھ سودا کا بھی ذکر کیا ہے۔ اور اس کی مثال میں سودا کا یہ شعر نقل کیا ہے:

نہ ضرر کفر کو، نہ دین کو نقصاں مجھ سے
باعث دشمنی اے گبر ومسلماں مجھ سے

مکتوب بنام سرور میں انھوں نے تحریر کیا ہے کہ سودا کے کلام میں لطافت پائی جاتی ہے جو فارسی شاعری کا حصہ ہے اور جسے ،،**چیزے دگر** "سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس کی مثال میں انھوں نے سودا کا یہ شعر پیش کیا ہے:

دکھلایئے لے جاکے تجھے مصر کابازار
خواہاں نہیں لیکن کوئی واں جنس گراں کا

مکتوب بنام فرقانی میرٹھی میں انھوں نے متروکات کی بحث اٹھائی ہے اور مکتوب الیہ کو اس طرف متوجہ کیا ہے کہ میر وسودا کی عظمت اپنی جگہ مسلم ہے۔ لیکن نو آموز شاعر کو ہر جگہ ان کی پیروی نہیں کرنی چاہیے کیوں کہ ان بزرگوں کے یہاں متروکات بھی ہیں ۔"لو ہو " بجائے لہو " اور " اور " بمعنی" طرف و جانب " وغیرہ۔

ناسخ:

شیخ امام بخش ۱۷۷۱ میں فیض آباد میں پیدا ہوئے ۔ تاریخ کو لکھنوی دبستان کا بانی کہا جاتا ہے۔ لیکن بقول رشید حسن خاں:

"اس زبان کو ناسخ سے منسوب نہیں کیا جاسکتا ۔ غلط فہمی نے کچھ یہ خیال دلوں میں ڈال دیا ہے
کہ زبان لکھنو کے اس تصور سے مراد ناسخ کی زبان ہے، یا یہ کہ کم از کم اس زبان کی صورت
گری انھی نے کی ہے۔ اور یہ نہیں تو اس کا قالب تو بنا یا ہی ہو گا۔،،

۱

وہ مزید لکھتے ہیں:

"ناسخ کا کلیات، زبان کے لحاظ سے نہیں ایک خاص اسلوب کے لحاظ سے بیاض مسیحا کی حیثیت رکھتا ہے۔

۲

ناسخ کی تعلیم لکھنو میں ہوئی اور وہیں شاعری کی طرف متوجہ ہوئے۔ ان کے کلام کا بیشتر حصہ غزلوں پر مشتمل ہے۔ اس کے علاوہ بعض قطعات اور رباعیات بھی ہیں۔ ان کے تین دیوان ہیں:

۱)دیوان ناسخ

۲)دفتر پریشاں

۳)دفتر شعر

غالب نے ان کا ذکر تفتہ سرور، مہر، مولانا احمد حسین مرزا پوری ، نساخ اور مولوی کرامت علی کے نام خطوط میں کیا ہے۔ ان خطوط کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ غالب کی ان سے خط و کتابت تھی۔ اس ضمن میں ایک مثال ملاحظہ ہو:

غالب نے نصیر الدین حیدر کی مدح میں ایک قصیدہ تحریر کیا تھا لیکن متوسط کی لاپروائی سے اس کا صلہ غالب تک نہیں پہنچا تو ان کو تشویش ہوئی ۔ پایان کار غالب نے تاریخ کی مدد سے اس کی حقیقت جاننی چاہی کہ اس قصیدے پر کیا گزری۔ غالب کا اصل بیان ملاحظہ ہو جو انھوں نے تفتہ کے نام خط میں تحریر کیا ہے:

> ”بڑا پرانا قصہ تم نے یاد دلایا۔ ناچار میں نے شیخ امام بخش تاریخ کو لکھا کہ تم دریافت کر کے لکھو کہ میرے قصیدے پر کیا گزری ؟ انھوں نے جواب میں لکھا کہ پانچ ہزار ملے مگر یہ میں نے نہیں جانا کہ اس کا صلہ کیا مرحمت ہوا۔ میں کہ ناسخ ہوں اپنے نام کا، خط بادشاہ کوپڑھوا کر، ان کا کھایا ہوا روپیہ ان کے حلق سے نکال کر تم کو بھیج دوں گا اب کہو میں کیا کروں اورناسخ کیا کرے ۔

۳

اس کے علاوہ غالب نے ناسخ کے بارے میں اظہار خیال کرتے ہوئے لکھا ہے :

> ”ناسخ مرحوم جو تمہارے استاد تھے میرے بھی دوست صادق الوداد تھے، مگر یک فنے تھے۔صرف غزل کہتے تھے ۔ قصیدے اور مثنوی سے ان کو کچھ علاقہ نہ تھا۔،،

۴

غالب کے مذکورہ بالا اقتباس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ غالب تاریخ سے سچی محبت کرنے والے دوست تھے۔ دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ وہ صرف غزل کہتے تھے جسے غالب نے ”یک فنے“سے تعبیر کیا ہے۔ غالب کے نزدیک یک فنا ہونا عیب ہے۔ بڑا اور اچھا شاعر وہ ہے جو غزل کے ساتھ ساتھ صنف قصیدہ اور مثنوی میں بھی طبع آزمائی کرتا ہو۔مکتوب بنام نساخ سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ غالب کے خیال میں:

> ”وہ ایک طرز جدید کے موجد اور پرانی ناہموار روشوں کے ناسخ تھے۔“

۵

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.5 No.1 2022

آتش:

خواجہ حیدر علی آتش ۱۷۷۸ء میں فیض آباد میں پیدا ہوئے ۔ اردو اور فارسی دونوں زبانوں میں شعر کہتے تھے۔ مصحفی کے شاگرد تھے۔ ان کی شاعری کا سرمایہ ان کی غزلیں ہیں، جس کے دو دیوان ہیں۔ ان کا اصل موضوع عشق و محبت ہے۔ آتش کے کلام میں زبان کی صفائی اور محاورات کا بہترین استعمال ہوا ہے۔ غالب نے ان کا ذکر عبد الغفور سرور اور مولانا احمد حسین مرزا پوری کے نام مکتوب میں کیا ہے۔ غالب کے نزدیک ان کے کلام میں لطیف احساسات ملتے ہیں۔ غالب نے ناسخ کے ساتھ ساتھ آتش کا بھی ذکر کیا ہے۔ اقتباس ملاحظہ ہو:

”وہ چیزے دگر پارسیوں کے حصے میں آئی ہے۔ ہاں اردو زبان میں اہل ہند نے وہ چیز پائی ہے ناسخ کے ہاں کمتر اور آتش کے یہاں بیشتر یہ نیز نشتر ہیں۔ مگر مجھے ان کا کوئی شعر اس وقت یاد نہیں آتا ۔“

٦

غالب کے اس اقتباس سے معلوم ہوتا ہے کہ فارسی شاعری کا مخصوص جو ہر یعنی اطاعت جسے **چیزے دگر** "سے تعبیر کیا جاتا ہے تاریخ کے کلام میں کم ہے اور آتش کے ہاں زیادہ ہے غالب نے یہاں اس کے لیے ایک نئی اصطلاح " تیز نشتر استعمال کی ہے۔

میر:

میر تقی ۱۷۲۲ء میں اکبر آباد آگرہ میں پیدا ہوئے۔ میر کو خدائے سخن کہا جاتا ہے۔ ان کا بنیادی موضوع عشق ہے۔ میر نے یوں تو مختلف صنف سخن میں طبع آزمائی کی ہے لیکن غزل میں ان کا پایہ بہت بلند ہے۔میر کا کلیات اردو چھ دیوان پر مشتمل ہے جس میں بیشتر اصناف موجود ہیں اس کے علاوہ ایک فارسی دیوان بھی ہے۔ فارسی نثر میں ان کی تصانیف درج ذیل ہیں:

(۱) نکات الشعراء

(۲) فیض میر

(۳) دریائے عشق

(۴) ذکر میر

غالب نے میر کا ذکر تفتہ، سردر، مجروح، فرقانی میر ٹھی ، صاحب عالم ، حبیب اللہ کا حقیر اور قدر بلگرامی وغیرہ کے نام خطوط میں کیا ہے۔ ان کے مطالعے سے یہ اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ غالب میر کے اشعار پسند کرتے تھے اوراپنی تحریروں میں انھیں نقل بھی کرتے تھے۔ تفتہ کوغالبارو پیہ وغیر کی تنگی پیش آگئی تھی اس ضمن میں غالب نے تحریر کیا ہے:

”خدا تم کو خوش اور تندرست رکھے۔ نہ دوست بخیل نہ میں کا ذب مگر بہ قول میر تقی اتفاقات ہیں زمانے۔“

۷

میرن صاحب غالب کے احباب میں بہت چہیتے تھے اور ان سے غالب کی بہت چھیڑ چھاڑ رہتی تھی۔ ایک بار وہ بیمار ہو کر پھر اچھے ہو گئے۔ اس پر غالب نے میر کا مقطع " میر کو کیوں نہ مغتنم جانیں ، اگلے لوگوں میں اک رہا ہے یہ تحریر کیا اور اسے بہ تغیر الفاظ میرن صاحب کے لیے استعمال کیا ہے:

کیوں نہ میرن کو مغتنم جانوں

دلی والوں میں اک بچا ہے یہ

اس ضمن میں غالب کی اصل عبارت حسب ذیل ہے :

"میرن صاحب کی تندرستی کے بیان میں نہ اظہار مسرت ، نہ مجھ کو تہنیت، بلکہ اس طرح سے لکھا ہے
کہ گویا ان کا تندرست ہو نا تم کو نا گوار ہوا ہے .یہ باتیں تمہاری ہم کو پسند نہیں آئیں ۔ تم نے میر
کا وہ مقطع سنا ہو گا ہے تغیر الفاظ لکھتا ہوں:

کیوں نہ میرن کو مغتنم جانوں
دلی والوں میں اک بچا ہے یہ

میر تقی میر کا مقطع یوں ہے:

میر کو کیوں نہ مغتنم جانیں
اگلے لوگوں میں اک رہا ہے"

۸

اس کے علاوہ غالب بعض جگہ میر کی اتباع کرنے سے اپنے شاگردوں کو منع کرتے ہیں چنانچہ اپنے شاگر د قدر بلگرامی کو تحریر کرتے ہیں:

"مطلع میں نام اپنا لکھنا رسم نہیں ہے۔ میر کا تخلص اور صورت رکھتا ہے۔ میر جی" اور
میر صاحب" کر کے وہ اپنے آپ کو لکھ جاتا ہے اور اس بدعت کا تتبع نہ چاہیئے۔"

۹

اس اقتباس سے معلوم ہوتا ہے کہ غالب نے میر کا کلام بغور پڑھا تھا۔

مومن :

حکیم مومن خان مومن ۱۸۰۰ء میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ ان کو شاعری سے خاص لگاؤ تھا اس کے علاوہ موسیقی، شطرنج اور طب ونجوم میں بھی دستگاہ رکھتے تھے۔ معاملہ بندی اور نازک خیالی میں وہ اپنے معاصرین کے درمیان ممتاز ہیں۔ غالب کی طرح انھیں بھی روش عام پر چلنا پسند نہیں ہے۔ غزلوں کے علاوہ قصیدہ میں بھی انھوں نے طبع آزمائی کی ہے۔ ان کی تصانیف کے نام حسب ذیل ہیں:

(۱)کلیات اردو

(۲)دیوان فارسی

(۳)انشائے فارسی

غالب کے خطوط میں مومن کا ذکر عبد الغفور سر در اور منشی نبی بخش حقیر کے نام مکتوب میں آیا ہے۔ غالب کے خیال میں مومن کے کلام میں لطافت پائی جاتی ہے۔ جو فارسی زبان کا خاص حصہ ہے جسے عام طور پر چیز سے دگر " سے تعبیر کیا جاتا ہے۔
ہاں اردو زبان میں اہل ہند نے وہ چیز پائی ہے۔ مومن خاں:

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.5 No.1 2022

تم میرے پاس ہوتے ہو گویا
جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا

۱۰

مومن کو غالب اپنے احباب میں شمار کرتے ہیں اور ان کی موت کا انھیں بے حد صدمہ تھا چنانچہ حقیر کو اس کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

"سنا ہو گا تم نے ، مومن خاں مر گئے۔ آج ان کے مرے ہوئے دسواں دن ہے، دیکھو بھائی ہماری بچے مر جاتے ہیں، ہمارے ہم عمر مرے جاتے ہیں ۔ قافلہ چلا جاتا ہے۔ اور ہم پا در رکاب بیٹھے ہیں۔ مومن خاں میرا ہم عصر تھا اور یار بھی تھا بیالیس اور تینتالیس برس ہوئے یعنی چودہ چودہ‌پندرہ پندرہ برس کی میری اور اس مرحوم کی عمر تھی کہ مجھ میں اس میں ربط پیدا ہوا۔اس عرصے میں کبھی کسی طرح کا رنج و ملال درمیان نہیں آیا۔ حضرت چالیس چالیس برس کا دشمن بھی نہیں پیدا ہوتا، دوست تو کہاں ہاتھ آتا ہے۔ یہ شخص بھی اپنی وضع کا اچھا کہنےوالا تھا۔ طبیعت اس کی معنی آفرینی تھی ۔"

۱۱

غالب مومن کو اچھا شاعر تصور کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اپنی وضع کا اچھا کہنے والا تھا، طبیعت اس کی معنی آفرینی تھی۔

درد:

خواجہ میر درد ۱۷۲۰ء میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ شاعری میں درد کا اصل میدان غزل ہے۔ ان کے کلام میں تصوف کا رنگ غالب ہے۔ ان کے یہاں عشق حقیقی کے مضامین پائے جاتے ہیں۔ ان کی غزلیں عام طور پر چھوٹی بحروں میں ہوتی ہیں۔ اور خیالات متین اور سنجیدہ ہوتے ہیں ۔ ان کے کلام میں غزلیں اور رباعیات شامل ہیں۔ ان کی تصانیف کے نام درج ذیل ہیں : غالب نے ان کا ذکر میر مہدی مجروح اور صاحب عالم کے نام مکتوب میں کیا ہے اور دونوں جگہ انھوں نے موقع محل کے اعتبار سے ان کا ایک شعر اور ایک مصرعہ نقل کیا ہے۔ اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا کہ غالب کے نزدیک خواجہ میر درد کے کلام کی اہمیت تھی اور وہ اپنی تحریروں میں اس کا حوالہ بھی دیتے تھے۔ درد کا متذکرہ بالا شعر اور مصرعہ ملاحظہ ہو:

۱)اسرار الصلوۃ

۲)رسالہ غنا

۳)واردات درد

اس کے علاوہ ایک فارسی کا دیوان اور ایک ریختہ کا دیوان بھی ہے:

سو بھی نہ تو کوئی دم، دیکھ سکا اسے فلک
اور تو یاں کچھ نہ تھا، ایک مگر دیکھنا

"میں وفا کرتا ہوں لیکن دل وفا کرتا نہیں"

ذوق:

شیخ محمد ابراہیم ذوق ۱۷۸۷ء میں دہلی میں پیدا ہوئے ۔ ذوق غزل کے استاذ مانے جاتے ہیں اور قصیدہ گوئی میں بھی ان کا پایہ بہت بلند ہے۔ سودا کے بعد انھوں نے اس صنف کو مزید تقویت بخشی۔ ان کے کلام میں محاورہ کی خوبی اور عام فہم انداز بیان ملتا ہے اور الفاظ پورے شان و شوکت اور صنائع لفظی و معنوی سے بھر پور نظر آتے ہیں۔ ذوق ترنم کا خاص خیال رکھتے ہیں ان کا ایک دیوان ہے، جس میں ان کی غزلیں اور قصیدے وغیرہ شامل ہیں۔

غالب نے خطوط میں ذوق کا ذکر عبد الغفور سرور کے نام مکتوب میں دو جگہ بہادر شاہ ظفر کی تخت نشینی اور ان کے کہے گئے سکے کے ساتھ کیا ہے، جو دہلی اردو اخبار میں چھپا تھا جسے مولوی محمد باقر نے شائع کیا تھا۔

انشا:

سید انشاء اللہ خاں انشا مرشد آباد میں پیدا ہوئے ۔ مختلف علوم وفنون میں مہارت رکھتے تھے۔ بلا کے ذہین تھے۔ ویسے تو انشا نے غزل، مثنوی، ہجو وغیرہ میں بھی طبع آزمائی کی ہے، لیکن صنف قصیدہ سے ان کو خاص لگاؤ تھا۔ انشا کے قصائد الفاظ کی شان و شوکت میں بے نظیر ہیں۔ ان کی تصانیف کے نام حسب ذیل ہیں

۱)کلیات انشا

۲)دریائے لطافت

۳)رانی کیتکی کی کہانی

غالب نے انشا کا ذکر مرزا حاتم علی مہر اور صفیر بلگرامی کے نام خطوط میں کیا ہے۔ ان دونوں خطوط سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ غالب انشا کو پسند کرتے تھے۔ مرزا حاتم علی مہر نے غالب کے پاس اپنا قصیدہ اصلاح کے لیے بھیجا اس کے جواب میں غالب لکھتے ہیں:

"سبحان اللہ ! تم نے قصیدے میں وہ رنگ دکھایا کہ انشا کو رشک آیا۔"

۱۲

مکتوب بنام صفیر بلگرامی میں غالب نے انشا کا ایک مصرعہ نقل کرتے ہوئے لکھا ہے :

"ہاں پیر ومرشد ! فارسی کے کلیات کو بھی کبھی آپ دیکھتے ہیں یا نہیں ؟ بقول انشاء اللہ خاں یہ مری عمر بھر کی پونجی ہے۔"

۱۳

میر حسن:

میر غلام حسن ۱۷۳۶ء میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد میر غلام حسین ضاحک کے ہمراہ لکھنو آئے۔ فارسی میں شعر کہتے تھے لیکن جب فیض آباد آئے تو فارسی گوئی ترک کر کے اردو میں شعر کہنے لگے۔ میر حسن خاص طور پر اپنی شاہ کار مثنوی "سحر البیان" کے لیے مشہور ہیں۔ ویسے ان کی دو تصانیف ہیں:

۱) کلیات میر حسن

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.5 No.1 2022

۲(تذکرہ شعرائے اردو

غالب نے میر حسن کا ذکر صرف ایک جگہ یوسف علی خاں عزیز کے نام خط میں کیا ہے اور لفظ"فق" کے ضمن میں ان کا ایک مصرعہ نقل کیا ہے۔ کہ رستم جسے دیکھ رہ جائے فق "اور لکھا ہے :فق فارسی لغت نہیں ہو سکتا۔ عربی بھی نہیں۔ روز مرہ اردو ہے جیسا کہ میر حسن کہتا ہے:

"کہ رستم جسے دیکھ رہ جائے فق"

۱۴

داغ:

نواب مرزا خاں داغ ۱۸۳۱ء میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد نواب شمس الدین خاں والی فیروز پور جھرکہ مانے جاتے ہیں۔ ساڑھے چار سال کی عمر میں والد کا انتقال ہو گیا۔ داغ کی تعلیم و تربیت لال قلعے میں ہوئی بعد میں یہ خاندان سمیت رام پور آگئے۔ اور نواب کلب علی خاں نے انھیں اپنا مصاحب بنالیا۔ داغ کی شاعری میں معاملہ بندی کے واقعات شوخی اور رنگینی کے ساتھ باندھے گئے ہیں۔ ان کی شاعری کا عاشق و معشوق دونوں چنچل اور چلبلے ہیں۔ ان کی تصانیف کے نام درج ذیل ہیں:

۱(گلزار داغ

۲ (آفتاب داغ

۳(مہتاب داغ

۴ (یادگار داغ

۵ (فریاد داغ

غالب کے خطوط میں داغ کا ذکر نوابان رام پور) نواب یوسف علی خاں ناظم اور نواب کلب علی خاں (کے تعلق سے سات جگہ آیا ہے۔ ان کے مطالعے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ غالب کی ان سے خط وکتابت تھی۔ غالب کے چند بیانات ملاحظہ ہوں:

"کل برخوردار نواب مرزا خاں داغ کی تحریر سے معلوم ہوا کہ حضرت کا مزاج اقدس ناساز ہو گیا تھا۔
اب خدا کے فضل و کرم سے افاقت ہے نواب مرزا نے مجھ پر ستم کیا کہ پہلے سے یہ حال نہ رقم کیا۔"

۱۵

"برخوردار نواب مرزا خاں اپنے مشاہدے کے مطابق جو میری حقیقت عرض کرے وہ مسموع و مقبول ہو ۔"

۱۶

"افسوس کہ برخوردار نواب مرزا خاں داغ نے میرا حال سامعہ اقدس پر عرض نہ کیا۔"

۱۷

"آٹھ سوروپے اور دیجیے۔ شادی کیسی۔ میری آبرو بچ جائے تو غنیمت ہے۔ برخوردار
نواب مرزا خاں کے خط میں یہ حال مفصل لکھا ہے وہ عرض کرے گا۔"

۱۸

جعفر زٹلی:

مرزا محمد جعفر جعفر زٹلی کے نام سے مشہور ہیں۔ یہ سترہویں صدی کے آخر اور اٹھارہویں صدی کے اوائل کے شاعر ہیں ۔ جعفر زٹلی نے اردو میں طنزیہ و ہجویہ شاعری کی روایت قائم کی ۔ ان کی شاعری سے اس دور کی تہذیب و معاشرت کی عکاسی ہوتی ہے۔ ان کا کلام فحش، ہجو اور مسخرگی سے بھرا ہے اور اس میں سماجی طنز موجود ہے۔

ان کے کلیات کو رشید حسن خاں نے"زٹل نامہ"کے نام سے مرتب کیا ہے جس میں ان کے تمام کارنامے شامل ہیں۔

"غالب نے جعفر زٹلی کا ذکر مرزا رحیم بیگ کے نام خط میں کیا ہے۔غالب نے تحریر
کیا ہے۔قطب شاہ وجہانگیر کے عہد میں ہونا اگر منشاء برتری ہے تو بے چارہ جعفر زٹلی
بھی فرخ سیری ہے ۔"

۱۹

یعنی کسی مقدم یا قد آور شخصیت کے زمانے میں ہونا اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ وہ آدمی بذات خود اچھا ہوگا یا اس کا کلام اچھا ہوگا اگر ایسا ہوتا تو جعفر زٹلی فرخ سیر کے زمانے کا ہونے کے باوجود اس کی اہمیت نہیں ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ غالب جعفر زٹلی کو کمتر شاعر تصور کرتے تھے۔

حالی:

مولانا الطاف حسین حالی ۱۸۳۷ء میں پانی پت کے محلہ انصار میں پیدا ہوئے ۔۱۷برس کی عمر میں دہلی آگئے اور تحصیل علم کے بعد پھر پانی پت واپس آگئے ۔اور غالب کے شاگرد ہوئے۔وہ نظم ونثر دونوں کے استاد مانے جاتے ہیں ۔وہ شاعر، تنقید نگار، سوانح نگار اور تاریخ نگار کی حیثیت سے جانے جاتے ہیں استاد ہیں ۔وہ تنقید اور کی ان کی تصانیف کے نام درج ذیل ہیں۔

(۱)حیات سعدی

(۲)یادگار غالب

(۳)حیات جاوید

(۴)مسدس حالی

(۵)مقدمہ شعر و شاعری

غالب نے حالی کا ذکر منشی سیل چند کے نام خط میں کیا ہے۔ غالب کے پاس تین صاحبوں نے قصیدے ارسال کیے تھے کہ انھیں نواب رام پور کو پیش کیا جائے۔ غالب نے انھیں میر منشی کو بھیج دیا۔ جن میں ایک قصیدہ حالی کا بھی تھا۔ حالی کے بارے میں غالب تحریر کرتے ہیں :

"حالی تخلص ، مولوی الطاف حسین پانی پت کے رئیس ، عالم، شاعر، نواب مصطفیٰ خاں کے رفیق ۔"

۲۰

حوالہ جات

۱۔ رشید حسن خاں، انتخاب ناسخ، نئی دہلی، مکتبہ جامع لمیٹڈ، ۱۹۷۲ء، ص:۶۸

۲۔ ایضاً، ص:۷۴

۳۔ خلیق انجم، ڈاکٹر، غالب کے خطوط، جلد اول، نئی دہلی، غالب انسٹی ٹیوٹ، ۱۹۸۳ء ص:۳۲۷

۴۔ خلیق انجم، ڈاکٹر، غالب کے خطوط، جلد دوم، نئی دہلی، غالب انسٹی ٹیوٹ، ۱۹۸۵، ص:۷۲۱

۵۔ ایضاً:۶۱۵

۶۔ خلیق انجم، ڈاکٹر، غالب کے خطوط، جلد اول، نئی دہلی، غالب انسٹی ٹیوٹ، ۱۹۸۳ء، ص:۳۴۴

۷۔ خلیق انجم، ڈاکٹر، غالب کے خطوط، جلد دوم، نئی دہلی، غالب انسٹی ٹیوٹ، ۱۹۸۵ء، ص:۵۰۹

۸۔ ایضاً، ۱۹۸۵ء، ص:۶۱۵

۹۔ خلیق انجم، ڈاکٹر، غالب کے خطوط، جلد سوم، نئی دہلی، غالب انسٹی ٹیوٹ، ۱۹۸۷، ص:۱۱

۱۰۔ خلیق انجم، ڈاکٹر، غالب کے خطوط، جلد دوم، نئی دہلی، غالب انسٹی ٹیوٹ، ۱۹۸۵ء، ص:۵۰۸

۱۱۔ خلیق انجم، ڈاکٹر، غالب کے خطوط، جلد چہارم، نئی دہلی، غالب انسٹی ٹیوٹ، ۱۹۹۳ء، ص ۱۰۲۴

۱۲۔ خلیق انجم، ڈاکٹر، غالب کے خطوط، جلد دوم، نئی دہلی، غالب انسٹی ٹیوٹ، ۱۹۸۵ء، ص:۷۲۱

۱۳۔ خلیق انجم، ڈاکٹر، غالب کے خطوط، جلد چہارم، نئی دہلی، غالب انسٹی ٹیوٹ، ۱۹۹۳ء، ص:۱۵۷۵

۱۴۔ خلیق انجم، ڈاکٹر، غالب کے خطوط، جلد دوم، نئی دہلی، غالب انسٹی ٹیوٹ، ۱۹۸۵ء، ص:۸۰۴

۱۵۔ خلیق انجم، ڈاکٹر، غالب کے خطوط، جلد سوم، نئی دہلی، غالب انسٹی ٹیوٹ، ۱۹۸۷ء، ص:۱۲۱۱

۱۶۔ ایضاً، ص:۱۲۲۴ء

۱۷۔ ایضاً، ص:۱۲۳۳

۱۸۔ ایضاً، ص:۱۲۶۰

۱۹۔ خلیق انجم، ڈاکٹر، غالب کے خطوط، جلد چہارم، نئی دہلی، غالب انسٹی ٹیوٹ، ۱۹۹۳ء، ص:۱۴۷۷

۲۰۔ ایضاً، ص:۱۵۴۰